معاملات میں ظلم

سیّد قطب

آغاز کم ناپ تول کرنے والوں کے خلاف اللہ کے اعلان جنگ سے ہوتا ہے۔

وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ ' ہلاکت ہے (ہو) کم ناپ تول کرنے والوں کے لیے۔ (المطففین ۸۳:۱)

ویل کے معنی ہیں ہلاکت۔ آیت کا مفہوم خواہ یہ ہو کہ ان کی ہلاکت و بربادی ایک طے شدہ امر ہے جو ہو کر رہے گا یا ان کے لیے ہلاکت کی بد دعا ہو' دونوں صورتوں میں نتیجہ ایک ہی ہے 'کیونکہ خدا کی جانب سے دعا کا مطلب یہ ہے کہ یہ چیز ہو کر رہے گی۔

اگلی دو آیات سے مطففین کے مفہوم پر روشنی پڑتی ہے:

الَّذِیْنَ اِذَا اکْتَالُوْا عَلَی النَّاسِ یَسْتَوْفُوْنَ ، وَاِذَا کَالُوْھُمْ اَوْ وَّزَنُوْھُمْ یُخْسِرُوْنَ - (۲-۳)

جو لوگوں سے ناپ کر لیتے ہیں تو بھرپور لیتے ہیں' اور انھیں ناپ یا تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں۔

یعنی خریدار ہوں تو چیزوں کو بھرپور لینے کا اہتمام کرتے ہیں' مگر بائع ہوں تو کم دیتے ہیں۔

بعد کی تین آیات میں ان لوگوں پر حیرت کا اظہار کیا گیا ہے' یہ لوگ معاملات کو اس طرح انجام دے رہے ہیں گویا دنیا میں وہ جو کچھ کر رہے ہیں' اس کے سلسلے میں کوئی حساب نہ ہو گا۔

اَلَا یَظُنُّ اُولٰٓئِکَ اَنَّھُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ، لِیَوْمٍ عَظِیْمٍ ، یَّوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ - (۴-۵-۶)

کیا انھیں یہ خیال نہیں آتا کہ انھیں اٹھایا جائے گا اس عظیم دن' جب کہ لوگ رب العالمین کے حضور (جواب دہی کے لیے) کھڑے ہوں گے۔

مکی سورتوں میں عموماً بنیادی عقائد پر بحث کی گئی ہے۔ اسی کے ساتھ اخلاقی حس کو عمومی طور پر پیدا کرنے' اور بنیادی عقیدہ سے اسے متعلق کرنے' کی کوشش کی گئی ہے۔ اس لیے ایک مکی سورت میں ناپ تول کے مسئلے پر خصوصی توجہ پر غور و فکر کے بعد بہت سے اہم امور سامنے آتے ہیں۔

پہلی بات یہ کہ مکہ کے سماج میں اسلام کو ناپ تول کی کمی کی ایک تشویش ناک صورت حال کا

سامنا تھا۔ اس مرض میں مکہ کے "بڑے" مبتلا تھے ' جو اس زمانے میں وسیع پیمانے پر تجارت کرتے تھے اور اس تجارت نے ذخیرہ اندوزی و اجارہ داری کی شکل اختیار کر لی تھی۔ ان "بڑوں" کے ہاتھ میں بہت زیادہ دولت تھی۔ یہ جاڑے اور گرمی کے موسم میں یمن اور شام کے تجارتی سفروں پر قافلوں کی صورت میں جاتے۔ اس کے علاوہ انھوں نے وقتی اور موسمی بازاروں کا نظم بھی کیا تھا' مثلاً حج کے زمانے میں عکاظ کا بازار لگتا۔

آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ ناپ تول میں کمی کرنے والے --- جنھیں اللہ تعالیٰ تباہی و بربادی کی دھمکی دے رہا ہے اور جن کے خلاف اعلان جنگ کر رہا ہے --- "بڑوں" کے طبقے سے تعلق رکھنے والے بااثر و بااقتدار لوگ تھے۔ وہ لوگوں کو اپنی خواہشات کے آگے مجبور کرنے کی طاقت رکھتے تھے۔ عن الناس کے بجائے عَلَی النَّاسِ کے الفاظ ہیں: علیٰ میں جبر کا مفہوم ہے۔ مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ لوگوں سے اپنا پورا حق لے لیتے تھے 'کیونکہ یہ کوئی جرم نہیں ہے جس کے خلاف اعلان جنگ صحیح ہو۔ مطلب یہ ہے کہ طاقت کے بل پر وہ اپنے حق سے زیادہ حاصل کرتے ' اور جو کچھ چاہتے لوگوں سے جبراً کرا لیتے۔ مگر جب انھیں ناپ یا تول کر دیتے تو اپنی طاقت کے زور سے انھیں کم دیتے اور ان کا حق مار لیتے۔ عامتہ الناس میں یہ سکت نہ تھی کہ وہ ان سے انصاف یا اپنا حق حاصل کر سکتے۔ "بڑے" یہ دھاندلی حکومت کی طاقت ' قبیلے کی قوت اور دولت کے بل بوتے پر کرتے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ لوگ ان کی چیزوں اور ان کے مال و دولت کے ضرورت مند تھے۔ یہی نہیں ' ان کی ذخیرہ اندوزی اور اجارہ داری کے باعث لوگ اس ظلم کو انگیز کرنے پر مجبور تھے ' جیسا کہ ابھی تک بازاروں میں ہوتا ہے۔

مکہ کے ان حالات کی طرف اسلام کی اس اولین توجہ سے اس کا مزاج واضح ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلامی نظام ' انسان کی واقعاتی زندگی اور اس کے تمام عملی حالات پر حاوی ہے ' اور انسانی زندگی کو اخلاقی اقدار کی محکم اور عمیق بنیادوں پر قائم کرنا دین قیم کی عین فطرت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام کو ظلم اور معاملات میں اخلاق سے انحراف کی یہ روش گوارا نہ ہو سکی ' حالانکہ اجتماعی زندگی کی زمام ابھی اس کے ہاتھ میں نہ آئی تھی کہ وہ قانون اور حکومت کے بل پر شریعتِ الٰہی کے مطابق اجتماعی زندگی کی تشکیل کرنے کی پوزیشن میں ہوتا۔ اس کے باوجود اسلام نے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے خلاف بہ بانگِ دہل اعلانِ جنگ کر دیا اور انھیں تباہی و بربادی کی دھمکی دی ' جبکہ اس جرم کا ارتکاب کرنے والے معمولی لوگ نہیں ' مکہ کے سردار اور رسوخ و اقتدار کے مالک لوگ تھے۔ وہ بت پرستی کے عقیدے کے واسطے سے عوام کے ذہنوں اور روحوں پر تو اثر و اقتدار رکھتے ہی تھے ' ان کی اقتصادیات

اور ان کی معاش کے مختلف پہلوؤں پر بھی ان کا تسلط تھا۔ اسلام نے عامتہ الناس کی اس معاشی لوٹ کھسوٹ کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی۔ اس صدائے احتجاج کے ذریعے ' جو اس کی ذات اور اس کے آسمانی طرز زندگی سے ابھر کر بلند ہوئی ' استحصال کے مارے فریب خوردہ عوام کو ہوشیار و بیدار کیا۔ اس نے عوام کو سلانے کا کام کبھی نہیں کیا ' اس وقت بھی نہیں جب وہ مکہ میں مجبور و محصور تھے اور مکہ کے ظالم و جابر سرداروں کی طاقت کا نشانہ بنے ہوئے تھے۔

قریش کے اکابر نے دعوتِ اسلامی کے خلاف جو شدید معاندانہ موقف اختیار کر رکھا تھا ' اس کے حقیقی اسباب کا کچھ اندازہ اسلام کے اس رویے سے ہوتا ہے۔ قریش کے اکابر کو بلا ریب و شک اس بات کا بخوبی احساس و ادراک تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جس نئے دین کو لے کر آئے ہیں ' وہ مجرد ایک قلبی عقیدہ نہیں ہے جو صرف لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی شہادت اور بتوں کے بجائے خدا کے لیے اقامت صلوٰۃ کا طالب ہو۔ نہیں ' نہیں! وہ اس بات کو بخوبی سمجھتے تھے کہ یہ عقیدہ ایک طرز زندگی سے عبارت ہے ' جو جاہلیت کی ہر بنیاد کو ' جس پر اس کے طور و طریق ' مفادات و مصالح اور مراکز قائم ہیں ' ڈھا دے گا۔ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ اس دین کی فطرت دوئی کی روادار نہیں ہے ' اور وہ کسی زمینی عنصر سے ' جو اسلام کے آسمانی عناصر سے پیدا اور پھوٹا نہ ہو ' مصالحت کے لیے تیار نہیں ہے۔ نیز وہ تمام پست زمینی اقدار کے لیے ' جن پر جاہلیت قائم ہے ' شدید خطرہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے دین اسلام کے خلاف وہ جنگ چھیڑی ' جو نہ ہجرت سے قبل ختم ہوئی اور نہ اس کے بعد۔

آج بھی اسلام کے غلبے کے خلاف جو لوگ جنگ چھیڑے ہوئے ہیں ' خواہ ان کا تعلق کسی بھی قوم اور کسی بھی سرزمین سے ہو ' اس حقیقت کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ اسلام ان کے تمام باطل طور و طریق اور غاصبانہ مفادات کے لیے شدید خطرہ ہے۔ ظالم و جابر اور متکبر و سرکش لوگ ' جو **مطفف** (ڈنڈی مارنے والے) ہیں — خواہ مال و اسباب میں بددیانتی کے مرتکب ہوتے ہوں یا دوسرے حقوق و فرائض میں — وہ دوسروں سے زیادہ اس پاکیزہ و عادلانہ نظام کے غلبے سے لرزاں و ترساں رہتے ہیں۔ وہ خوب سمجھتے ہیں کہ یہ نظام کسی اور نظام سے مول تول کا قائل ہے اور نہ مداہنت کا روادار۔

اوس اور خزرج کے زعما نے جب کالے ' گورے ' تمام انسانوں سے جنگ کرنے کے لیے رسول اللہ ؐ کے ہاتھ پر بیعت کی ' تو انھوں نے بھی اس دین کے مزاج کو سمجھ لیا تھا ' جیسا کہ اس سے قبل قریش کے اکابر اس تک پہنچ گئے تھے ' یہ حقیقت ان کی سمجھ میں اچھی طرح آگئی تھی کہ یہ دین تلوار کی دھار کی طرح عدل و انصاف پر قائم ہے اور انسانوں کی زندگی کو عدل و انصاف پر قائم کرنے کے لیے اترا ہے۔

وہ کسی ظالم کے ظلم، کسی سرکش کی سرکشی، اور کسی متکبر کے تکبر کو انگیز کرنے کے لیے تیار نہیں ہے، نہ انسانوں کی لوٹ کھسوٹ اور استحصال کو برداشت کرنے کے لیے آمادہ۔

مگر ان مطففین کا معاملہ عجیب ہے! اس بات کا مجرد گمان ــــ یقین نہیں، گمان ــــ کہ ایک عظیم دن آئے گا جب کہ سب انسانوں کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جائے گا، جب کہ لوگ ہر طرف سے کٹ کر رب العالمین کے حضور کھڑے ہوں گے، اس دن اس کے سوا ان کا کوئی مولیٰ اور کارساز نہ ہو گا، ان کے سامنے ایک ہی راہ ہوگی اور وہ یہ کہ خدا ان کے سلسلے میں جو بھی فیصلہ کرے اس کا انتظار اور سامنا کریں ــــ اس بات کے لیے کافی تھا کہ وہ ناپ تول میں کمی کرنے، لوگوں کا مال ناحق کھانے اور اپنی قوت و اقتدار کے بل پر لوگوں پر ظلم اور معاملات میں ان کی حق تلفی کرنے سے باز رہتے۔ لیکن وہ ہیں کہ ناپ تول میں بددیانتی کے راستے پر چلے جا رہے ہیں۔ انھیں خیال و گمان بھی نہیں ہوتا کہ انھیں دوبارہ اٹھایا جائے گا۔ کس قدر عجیب و غریب ہے ان کی حالت! (فی ظلال القرآن، ترجمہ: سید حامد علی، تدوین: خرم مراد)

بیرون ملک قارئین توجہ فرمائیں

بیرون ملک ڈاک خرچ میں غیر معمولی اضافے کی وجہ سے آیندہ سالانہ زر تعاون درج ذیل شرح کے مطابق ہو گا۔

- مشرق وسطیٰ -/۵۵۰ روپے
- بنگلہ دیش، مسقط -/۴۵۰ روپے
- یورپ، مشرق بعید -/۶۵۰ روپے
- امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا -/۹۰۰ روپے
- بھارت -/۳۰۰ روپے

امید ہے آپ کا تعاون جاری رہے گا۔

مینیجر ترجمان القرآن

5۔اے ذیلدار پارک، اچھرہ، لاہور۔ فون نمبر 7589950 - 7587916